اضافی مطالعہ

۱۔ آس پاس

مظہر سلیم

جان پہچان : مظہر سلیم ۳؍جنوری ۱۹۵۹ء کو بلڈانہ (مہاراشٹر) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم بلڈانہ میں ہوئی۔ ممبئی یونیورسٹی سے ایم۔اے کیا۔ درس و تدریس کو پیشہ بنایا۔ ابتدا سے افسانہ نگاری کا شوق تھا۔ افسانہ نگاری کے ساتھ سہ ماہی 'تکمیل' کی ادارت بھی بحسن وخوبی انجام دیتے رہے۔ ۲۰۰۸ء میں ایک تعلیمی سہ ماہی رسالہ 'نقیب' جاری کیا۔ 'جہاد، اپنے حصے کی دھوپ اور مٹھیاں' اُن کے افسانوں کے مجموعے ہیں۔ مہاراشٹر اُردو ساہتیہ اکیڈمی، بہار اُردو اکیڈمی کے علاوہ کئی اداروں نے انھیں انعامات سے نوازا۔ ۲۱؍اپریل ۲۰۱۵ء کو اس جواں سال افسانہ نگار کا انتقال ہوگیا۔

مظہر سلیم اپنے افسانوں کا خمیر آس پاس کے ماحول سے اخذ کرتے ہیں۔ ان کے افسانے انسانی سروکار کے افسانے ہیں۔ زیرِ نظر افسانہ 'آس پاس' میں بتایا گیا ہے کہ خوف و دہشت کے ماحول میں لوگ ایک دوسرے سے کس قدر خوف زدہ رہتے ہیں۔

اس نے ٹیبل پر بکھری ہوئی فائلیں سمیٹ کر الماری میں رکھ دیں۔ کاغذات پر پیپر ویٹ رکھا، اپنا ذاتی سامان، چند کاغذات، فائل، ٹفن اور بسلری کی بوتل بریف کیس میں رکھی اور دفتر پر ایک طائرانہ نظر ڈالتا ہوا باہر نکل آیا۔ اس کے کچھ ساتھی جا چکے تھے، کچھ جانے کے لیے تیار تھے اور کچھ اپنی سیٹوں پر بیٹھے ابھی تک کام کررہے تھے۔

کھلے آسمان کے نیچے اسے تازگی کا احساس ہوا۔ شام کے سائے آہستہ آہستہ گہرے ہوتے جارہے تھے۔ پرندے اپنے آشیانوں کی طرف لوٹنے لگے تھے۔ اسے بھی اپنا گھر یاد آیا۔ بیوی اور بچے، بچوں کے مسکراتے چہرے، شرارتیں، کلکاریاں، بھاگ دوڑ اور اُچھل کود .... وہ تیز تیز قدموں سے چلنے لگا۔ فٹ پاتھ پر بے شمار دکانیں تھیں۔ بھیڑ کی وجہ سے اسے چلنے میں دشواری پیش آرہی تھی۔ اس کے باوجود وہ تیز چلنے کی کوشش کررہا تھا۔ اس کے سبھی ساتھی چھے پندرہ کی ویرار فاسٹ لوکل کے لیے ریلوے اسٹیشن کی طرف چلے گئے تھے۔ مگر اسے تو بس سے جانا تھا اس لیے وہ بس اسٹاپ کی طرف بڑھ رہا تھا۔

صبح جب وہ آفس کے لیے گھر سے نکلتا تو اس کی بیوی کی آنکھوں میں فکرمندی ہوتی۔ یہ روز کا معمول ہوگیا تھا۔ وہ کہتی، دیکھیے ...آپ لوکل ٹرین سے سفر مت کیجیے۔ جب تک شہر کے حالات ٹھیک نہیں ہوجاتے تب تک آپ بس سے ہی سفر کیا کریں۔ جب لوکل ٹرینوں میں دھماکے ہوئے تھے تب سے وہ روز ہی یہ بات کہتی تھی۔ وہ بھی غیرارادی طور پر اس کی فکرمندی سے متاثر ہوا اسی لیے وہ بس سے سفر کرنے لگا تھا۔ بم دھماکوں سے شہری زندگی کچھ دیر کے لیے ٹھہر سی گئی تھی۔ عام لوگوں میں خوف و ہراس پایا جاتا تھا۔ اس کی بیوی بھی گھبرا گئی تھی۔ وہ بس ایک ہی بات دہراتی رہتی کہ ٹرینوں میں بم دھماکے ہوتے ہیں، بھگدڑ مچ جاتی ہے، لوگ چلتی ٹرین سے کود پڑتے ہیں۔ بے گناہ لوگ مارے جاتے ہیں۔ نوکری پیشہ لوگوں کی تو جان پر بنی ہوتی ہے مگر ان کے لیے لوکل ٹرین کا سفر ایک مجبوری ہے۔

اس شہر میں ان کا اپنا کوئی نہیں تھا۔ اجنبی شہر...اجنبی لوگ! چند مہینوں قبل ہی یہاں اس کا ٹرانسفر ہوا تھا۔ یہ شہر اس کے لیے نیا نہیں تھا۔ وہ اکثر تفریحاً ممبئی آتا جاتا رہا تھا مگر مستقل قیام کا اس کا یہ پہلا تجربہ تھا۔

جب وہ بس اسٹاپ پر پہنچا تو وہاں خاصی بھیڑ تھی۔ لوگ اِدھر اُدھر بکھرے تھے۔ بس کی قطار کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ دیر تک انتظار کرنے کے بعد ۸۴؍لمیٹڈ بس آ گئی۔ اس کے رکتے رکتے وہ دوڑ کر بس میں سوار ہوگیا اور وِنڈ وسیٹ پر بیٹھنے میں کامیاب ہوگیا۔

اب اس کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ رینگ گئی تھی۔ وہ خوشی سے کھل اُٹھا۔ بھیڑ دیکھ کر تو اسے مایوسی کا احساس ہونے لگا تھا کہ وہ بس میں داخل ہو پائے گا بھی یا نہیں۔

آج پھر وہ ایک بہت بڑی پریشانی سے بچ گیا تھا۔ اس نے اطمینان کی سانس لی۔ کچھ لوگ بس میں داخل ہونے کے بعد کنڈکٹر سے حجت بھی کرنے لگے تھے۔ کوئی کہنے لگا...ایک بھی آدمی ’کیو‘ میں نہیں آیا۔ سب باہر سے ہی اندر آ گئے۔

کوئی کہنے لگا ... ہم لوگ گھنٹوں سے کیو میں کھڑے بس کا انتظار کررہے ہیں۔ اور یہ لوگ دندناتے ہوئے بس میں گھس پڑے۔

تیسرا لوگوں سے مخاطب ہوکر کہتا ...آپ لوگ سمجھتے کیوں نہیں؟

چوتھا غصّے سے بے قابو ہوکر کہتا ... بس روکو ... کنڈکٹر ... بس روکو۔ جتنے آدمی بغیر لائن کے اندر آئے ہیں ان کو پہلے نیچے اُتارو ...کیا لوگ ہیں...؟ لائن کا مطلب بالکل نہیں سمجھتے۔ من مانی کرتے ہیں۔

کچھ مسافر چلّانے لگے ...اے بھائی لوگ کائے کولفڑا کرتا ہے ...ہم کو جلدی پہنچنا ہے ...کنڈکٹر چلو... اس سے پہلے کہ جھگڑا اور بڑھے کنڈکٹر نے فوراً بیل بجا دی۔ ڈرائیور نے اس کی آواز پر اسٹیئرنگ گھمایا۔ بس چل پڑی۔ ساری بحثیں دھری کی دھری رہ گئیں۔ غصّے سے بھرے ہوئے سینئر سٹیزن کھڑے کھڑے چلّاتے رہے۔ سیٹوں پر بیٹھے مسافر مسکراتے رہے۔ وہ کھڑکی سے باہر نظارے دیکھنے میں اس قدر محو ہوگیا کہ اسے پتا ہی نہیں چلا کہ کنڈکٹر ٹکٹ ...ٹکٹ چلّا رہا ہے۔ وہ چونک گیا۔ اس نے ٹکٹ لیا اور دوبارہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔

قطار در قطار کھڑی فلک بوس عمارتیں، سڑک کے کنارے ایستادہ ناریل کے درخت اور یہاں سے وہاں بھاگتی دوڑتی کاریں، ٹیکسیاں اور بسیں ... ہر کسی کو اپنی منزل پر پہنچنے کی جلدی تھی۔

بس ہوا کو چیرتی ہوئی منزل کی طرف رواں دواں تھی۔ وہ دکانوں، ہوٹلوں اور عمارتوں پر چسپاں بورڈ پڑھنے لگا۔ ہندی، انگریزی، مراٹھی اور اُردو میں تحریر کردہ یہ بورڈ اور دیواروں پر لکھے نعرے، فقرے اور اشتہارات پر اس کی نظر رکتی اور ہٹ جاتی۔ اس نے ایک اُچٹتی نظر بس میں بیٹھے اور کھڑے مسافروں پر ڈالی۔ کوئی اونگھ رہا تھا تو کوئی سونے لگا تھا۔ کوئی بے چین نظروں سے اندر باہر دیکھ رہا تھا.... وہ کھڑکی سے باہر کے نظاروں میں کھو گیا۔ اسے یہ بھی احساس نہیں رہا کہ اس کے بازو والی سیٹ پر کون شخص بیٹھا ہوا ہے اور وہ کیا کر رہا ہے؟

اس سے قبل کہ وہ اس شخص سے مخاطب ہوتا پاس کی سیٹ پر بیٹھا شخص اسے کہنی سے ٹھوکا مار کر کہنے لگا ...... بھائی صاحب! ذرا اندر ہوجائیے ......تھوڑا سا ......وہ اپنے آپ کو سمیٹ کر تھوڑا اندر کھسک گیا تب اس نے اس شخص کو بغور دیکھا۔ حلیہ دیکھ کر اس کے اندر شک وشبہات کی ایک رو چلنے لگی۔ وہ خوفزدہ ہوگیا اور اپنے خوف کو چھپانے کے لیے وہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ دیواروں اور دکانوں کے اشتہارات پڑھنے کی کوشش کرتا رہا کہ اچانک اس کی نظر بس کے اندر لکھی اس ہدایت پر پڑی:

’’کھڑکی سے باہر دیکھنے کے بجائے غور کریں کہ آپ کے آس پاس کوئی سندیہہ جنک وِیکتی تو نہیں۔‘‘

اس تحریر کو پڑھتے ہی اس کے ذہن میں شک کی سوئیاں سی چبھنے لگیں۔ وہ سوچنے لگا کہ اس کے بغل میں بیٹھا ہوا شخص ضرور کوئی شرپسند یا آتنک وادی ہے جو اپنے ساتھ موت کا سامان لیے سفر کر رہا ہے۔

وہ باریک بینی سے اس کا جائزہ لینے لگا۔ اس کا حلیہ عجیب تھا۔ داڑھی بڑھی ہوئی، بکھرے بال، گھنی مونچھیں، چہرہ سُتا ہوا، گلے میں بڑا سا تعویذ، بے چین نگاہوں سے اِدھر اُدھر تاکتا ہوا، گرد آلود کپڑے اور اس کے زانوؤں پر رکھا ہوا کالا بیگ......!

وہ سوچنے لگا، بیگ کے اندر......؟ کیا ہوسکتا ہے......؟ کیا ہونا چاہیے ...آر ڈی ایکس، کوئی دھماکہ خیز مادّہ؟ ٹائم بم؟ کچھ بھی ہوسکتا ہے۔

اچانک بریک لگنے سے بس رک گئی۔ اس کی سوچ کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ وہ مسافروں کو گھورنے لگا۔ بس کھچا کھچ بھری تھی۔ اس کی نظریں بار بار اس شخص پر جا پڑتیں، جو اسے مسلسل پریشان کیے ہوئے تھا۔ کبھی وہ اسے کہنی مارتا، کبھی ہاتھ مارتا تو کبھی اس کے پیر کو جوتے تلے دبا دیتا تو کبھی کنکھیوں سے اسے دیکھنے لگتا۔ وہ اُف کر کے رہ جاتا تو وہ شخص 'سوری' کہہ کر دوسری طرف دیکھنے لگتا۔ بس کے سفر میں اس طرح کی تکلیفوں سے اسے روزانہ ہی گزرنا پڑتا تھا۔ چرچ گیٹ سے اندھیری تک کا یہ سفر جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا۔

آخر کار اس شخص کو اس نے ٹھیک طرح سے بیٹھنے کو کہا......تو اس نے محسوس کیا کہ وہ شخص بھی اسے شک بھری نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ بار بار اس کی نظریں اس کالے بیگ کی طرف چلی جاتیں جو اس کی گود میں رکھا تھا۔ تب ہی مشکوک شخص نے قدرے بے خوف ہوکر اس سے پوچھا، ''بھائی صاحب! آپ کے اس بیگ میں کیا ہے؟'' سوال سن کر وہ سکتہ میں آ گیا۔ جان نہ پہچان! اور اس طرح بے تکلّفانہ گفتگو۔ اس نے کڑے تیوروں کے ساتھ الٹا اسی سے سوال کر دیا، کیا ہوسکتا ہے......؟ کیا ہوگا اس میں......؟ اس نے بھی اس کے بیگ کی طرف اشارہ کر کے سوال کیا۔ ایسا ہی بیگ تو آپ کے پاس بھی ہے۔ اس میں کیا ہے؟

سوال سن کر اس کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ کہنے لگا، ''کیا ہوسکتا ہے! کیا ہونا چاہیے......اور کیا ہوگا......وہی سب کچھ......جو شاید آپ کے بیگ میں ہے۔'' بڑی چالاکی سے اس نے اس کا سوال اسی پر اُچھال دیا۔

وہ ایک بار پھر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا مگر وہ ہدایت بار بار اس کا منہ چڑا رہی تھی۔ وہ بھی سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا جیسے کہہ رہا ہو، ''کھڑکی سے باہر دیکھنے کی بجائے غور کریں کہ آپ کے آس پاس کوئی سندیہہ جنک وستو تو نہیں؟''

وہ شخص مسلسل موبائل کے بٹن دبائے جا رہا تھا۔ اس کے حلیے کو دیکھ کر اسے یقین ہوگیا تھا کہ یہ ضرور کوئی غنڈا ہے۔ شاید یہ بس میں دھماکا کرنا چاہتا ہے۔ اس کے بیگ میں دھماکہ خیز مادّہ اور اس کے موبائل میں کوئی کنکشن......اس کی حرکتیں بھی بڑی عجیب وغریب تھیں۔ وہ چھٹی چھٹی آنکھوں سے اِدھر اُدھر دیکھتا۔ کبھی کھڑکی کے باہر دیکھنے لگتا تو کبھی اندر کچھ تلاش کرنے لگتا۔ بار بار موبائل میں کوئی نمبر ڈھونڈتا جیسے اسے کوئی سگنل ملنے والا ہو۔ شاید سگنل ملتے ہی وہ اسٹاپ پر اُتر جائے گا۔ اور پھر کوئی زبردست دھماکا ہوگا۔

دھماکے سے متعلق سوچ کر اسے بیوی بچے یاد آ گئے۔ اگر بس میں دھماکا ہوا تو......؟ اس کے بیوی بچوں کا کیا ہوگا؟ کہاں جائیں گے وہ؟ کیا وہ زندہ رہ پائے گا یا مر جائے گا؟ اگر وہ اپاہج ہوگیا تو! کیا ہوگا آخر اس کا......؟ بیوی بچوں کو اس کی زندگی کا معاوضہ ملے گا یا نہیں......؟

ایک لمحے کے لیے اس نے سوچا کہ کنڈکٹر کو صاف صاف بتا دے کہ اس شخص کے پاس کچھ ہے۔ کوئی خطرناک جان لیوا

چیز......اس کے بیگ میں مسافروں کی زندگی اور موت کا کوئی راز بند ہے۔ بس روک کر اسے پولیس کے حوالے کر دیا جائے...... اس مشکوک آدمی کو......۔

وہ اپنے اندر ہمت نہیں جُٹا پایا۔ خوف اس کے چہرے پر بدستور قائم رہا۔ خوف نے ہی اس کے اندر بے چینی کو جنم دیا۔ اس کا چہرہ پسینے کی ننھی ننھی بوندوں سے بھر گیا اور ہاتھ پیر کانپنے لگے۔

وہ دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ اب 'بس' جس کسی بھی اسٹاپ پر رُکے گی میں وہیں اُتر جاؤں گا اور وہاں سے دوسری بس میں سوار ہو جاؤں گا یا پھر پیدل ہی چل پڑوں گا۔ اپنے آپ کو اور اپنی زندگی کو محفوظ رکھنے کا اس سے بہتر کوئی راستہ نہیں تھا۔ کیونکہ ٹرین کا سفر اب محفوظ نہیں رہ گیا تھا۔ اور شاید بس کا سفر......؟

اس نے کھڑے ہونے کی کوشش کی مگر اس کے پاؤں جیسے کسی نے جکڑ لیے۔ اٹھ کھڑے ہونے کی ساری کوششیں ناکام ہوگئیں۔ وہ اپنے اندر کمزوری اور نقاہت محسوس کر رہا تھا۔ جب زندگی کی ٹرین حالات کی پٹریوں پر دوڑنے لگی تھی لوگ سب کچھ بھلا کر جینے لگے تھے۔ اُس وقت وہ اتنا خوفزدہ اور پریشان نہیں ہوا تھا مگر آج پتا نہیں کیوں، وہ عجیب سی کشمکش میں مبتلا تھا۔ اُس کا شک یقین میں بدلتا جا رہا تھا کہ اس کے پاس بیٹھا ہوا شخص شر پسند ہے۔ خطرناک عزائم لیے ہوئے سفر کر رہا ہے۔ اس کے بیگ میں کوئی 'گھاتک' چیز ہے۔ اس کے موبائل میں کوئی نمبر ایسا ہے جسے ڈائل کرنے سے دھماکا ہو جائے......یہ سب سوچتے ہی وہ اپنے آپ کو بے حس و حرکت محسوس کرنے لگا۔ ایک دم زندہ لاش کی طرح۔ اس کے جسم سے پسینہ پھوٹنے لگا۔ وہ اپنی حفاظت کی خاطر ہی تو بس سے سفر کر رہا تھا۔ مگر یہاں بھی کوئی اس کی 'گھات' میں بیٹھا تھا۔

اس نے ایک بار پھر اس شخص کو دیکھا جو اس کے حواس پر چھا گیا تھا۔ اس نے سوچا کہ کنڈکٹر کو بتا دینا چاہیے......کشمکش کے اس عالم میں اس نے اپنی ساری قوت اکٹھا کی اور ایک چیخ کے ساتھ کنڈکٹر کو آواز دے دی......کنڈکٹر......سب مسافر حیرت سے اسے دیکھنے لگے۔ اس سے قبل کہ کنڈکٹر اس تک پہنچتا پاس کی سیٹ پر بیٹھا ہوا شخص بوکھلا کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ جیسے اسے اپنا اسٹاپ یاد آ گیا ہو۔ اس طرح اچانک اُٹھ کھڑے ہونے سے اس کا توازن بگڑ گیا اور اس کے ہاتھ سے بیگ چھوٹ کر گر پڑا اور کھل گیا۔ بیگ کے اندر کا سارا سامان بکھر گیا۔ ......کچھ کاغذات، کچھ فائلیں، ٹفن باکس اور بسلری کی بوتل......ہڑبڑا کر وہ سوری کہتا ہوا اپنا سامان سمیٹنے لگا۔

ان بکھری چیزوں کو دیکھ کر غیر ارادی طور پر اس کا ہاتھ بھی اپنے بیگ کی طرف چلا گیا......!!

مشق

افسانہ پڑھ کر ذیل کی سرگرمیاں مکمل کیجیے۔

- افسانے کا پس منظر دس سطروں میں بیان کیجیے۔
- افسانے کے مرکزی خیال پر روشنی ڈالیے۔
- افسانے کے اہم کرداروں کا مختصراً ذکر کیجیے۔
- افسانہ نگار کے ٹرین کی بجائے بس سے سفر کرنے کی وجہ لکھیے۔
- افسانے کے اختتام پر آپ نے جو محسوس کیا، اسے اپنے لفظوں میں بیان کیجیے۔
- افسانہ نگار کے اپنے بغل والے مسافر پر شک کرنے کی وجہ لکھیے۔
- بس میں چڑھنے کے بعد مختلف مسافروں کے ذریعے کہے گئے جملوں کو نقل کیجیے۔
- ''غور کریں کہ آپ کے آس پاس کوئی سندیہہ جنک وستو تو نہیں۔'' اس جملے کو دیوناگری میں لکھیے۔

7MTY07